© rasailojaraid.com

ساغر اقبالی

آخری صفحہ

● ''ارائیں برادری کا ایک طبقہ نان بائی کا کام کرتا تھا۔ان کی زیادہ تر رہائش بازار لال کنواں دہلی میں تھی اور دلّی کے مشہور نہاری والے یہیں آباد تھے اور حقیقت یہ ہے کہ نہاری کا مزہ انہی کے ہاتھ میں قدرت نے رکھا تھا۔اس برادری کے ایک مہشور نہاری والے ملک فضل تھے جن کی دکان فراش خانہ کے باہر تھی اور جہاں فراش خانہ میں ترجمہ قرآن کریم ختم کرنے کے بعد مولانا احمد سعیدؒ اپنے ساتھیوں مولانا عبدالماجد صاحب اور غوری پہلوان کے ساتھ مولویانہ تکلف برطرف کر کے نہاری روٹی کھاتے تھے۔

دلّی والوں کو نہاری روٹی کھانے کا اصلی مزہ جب آتا تھا جب ان کے سامنے ایک بڑی غوری میں نہاری ہوتی تھی جس کے اندر نلی، بھیجا، ہری مرچیں، ادرک اور اوپر سے کھٹے کا رس اور پھر اس کے اوپر دیسی گھی کا بگھار، گرم گرم تنوری روٹیاں آنکھوں اور ناک سے پانی جاری، منہ سے سوں سوں کی آوازیں اور پھر آخر میں منہ میٹھا کرنے کے لیے دیسی گھی کا حلوہ، دلی والے نہاری کی تیز مرچوں کا فلسفہ یہ بیان کرتے تھے کہ اس سے نزلہ زکام اور بخار کھانسی سب بھاگ جاتے ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ تیز مرچوں سے غریب معدے پر کیا گزرتی ہے۔ہاں! دلّی کا کاریگر طبقہ، مزدور و محنت کش طبقہ اپنی محنت اور ورزش کے ذریعے اسے ہضم کر لیتا تھا۔'' (''دلّی کی برادریاں''۔سید اخلاق حسین دہلوی)

● گنجے، کم بالوں والوں کو اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتے۔گنجا، گنجے کو دیکھ کر ہی خوش ہوتا ہے یعنی:

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

بقول ایک ستم ظریف یہ شعر الطاف پرواز کا ہے اور اس میں لفظ ''پرواز'' بطور تخلص استعمال ہوا ہے۔

مصیبت یہ ہے کہ کسی گنجے کو اگر ''گیسو دراز'' کہا جائے تو وہ اسے خود پر طنز سمجھ کر زیادہ ناراض ہوتا ہے۔لہٰذا اپنے ''ہم زلفوں'' سے درخواست ہے کہ وہ میری اس مجبوری کو نظر انداز فرمائیں۔میرا شمار فی الحال مستند گنجوں میں نہیں ہوتا۔بس یوں سمجھیں کہ ابھی ''رنگروٹ'' بھرتی ہوا ہوں اور آثار بتاتے ہیں کہ ترقی کرتے کرتے بہت جلد ''جرنل'' کے عہدے پر پہنچ جاؤں گا اور پھر اس کے بعد: گلیاں ہوون سونجیاں، وچ مرزا یار پھرے

فارسی میں گنج، خزانے کو کہتے ہیں۔سو اگر قدرت نے کسی کو ''گنج'' دیا ہے تو اس پر یار لوگوں کی فقرے بازیوں کے باوجود ملول نہیں خوش ہونا چاہیے۔بہت سے سر ایسے ہیں جن پر صرف بال ہیں۔چنانچہ ثبوت کے طور پر، بہت سے صاحبانِ اقتدار، سیاست دان، علماء دانشور اور صحافیوں کے سر ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔اگر ان سروں میں کچھ ہوتا تو ملک اس حال کو نہ پہنچتا:

آپ دستار اتاریں تو کوئی فیصلہ ہو لوگ کہتے ہیں کہ سر ہوتے ہیں دستاروں میں

(عطاء الحق قاسمی۔''شرگوشیاں'')

© rasailojaraid.com